© rasailojaraid.com

تحقیق وتنقید

مکی عہد نبوی میں مسلم آبادی

ایک تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر محمد لیسین مظہر صدیقی

اگرچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے مکی دور میں مشرف بہ اسلام ہونے والے عربوں کی کل تعداد کا مصادر میں کوئی ذکر نہیں ملتا تاہم متعدد ایسے شواہد اور قرائن ملتے ہیں جن کی بنا پر مکی دور کے مسلمانوں کی کل آبادی کا ایک جامع تجزیہ کیا جا سکتا ہے۔ ابن اسحاق، ابن سعد اور بلاذری وغیرہ متعدد قدیم مورخوں اور سیرت نگاروں نے مکی دور کے مسلمانوں کے بارے میں کچھ اعداد وشمار فراہم کیے ہیں۔ جو سابقون الاولون کے مختلف سماجی اور قبائلی طبقوں پر روشنی ڈالتے ہیں نیز ان کی عددی طاقت کا ایک اندازہ بھی بیان کرتے ہیں۔ قدیم مورخین نے مکی دور کے مختلف مراحل میں اسلام لانے والوں کی چند فہرستیں بھی دی ہیں۔ یہ فہرستیں قدیم ترین مسلمانوں کے کئی طبقات پر مشتمل ہیں۔ مثلاً سب سے پہلی فہرست ان مسلمانوں پر مشتمل ہے جو سب سے پہلے اسلام لائے[۱] دوسری فہرست ان مسلمانوں کی ہے جو حضرت ابوبکر صدیق کی دعوت وتبلیغ پر مسلمان ہوئے[۲]۔ دو مزید فہرستوں کا تعلق مہاجرین حبشہ کے اول[۳] و دوم طبقہ[۴] سے ہے۔ ان کے علاوہ کچھ فہرستیں مہاجرین مدینہ سے متعلق ہیں[۵]۔ ایک فہرست ان بے کس و بے سہارا مسلمانوں کی ہے جو خدا کا نام لینے کے سبب قریش کے ظلم وستم کا نشانہ بنے تھے[۶]۔ مزید براں صحابہ کرام کی سوانح وطبقات سے متعلق کتابوں جیسے ابن سعد کی الطبقات الکبریٰ، ابن عبدالبر کی الاستیعاب، ابن اثیر کی اسدالغابہ اور ابن حجر کی الاصابہ وغیرہ میں مکی دور میں اسلام قبول کرنے والوں کے بارے میں انفرادی اعتبار سے معلومات ملتی ہیں۔

ابھی تک عہد نبوی میں مسلمانوں کی عددی طاقت کا کوئی جامع اور مفصل تجزیہ نہیں کیا گیا ہے۔ تمام سیرت نگاروں اور مورخوں نے مکی اور مدنی دور میں اسلام قبول کرنے والوں کا ذکر ضرور کیا ہے لیکن ان کا زور زیادہ تر سیرت نبوی کے حوالے سے اسلام وکفر کی آویزش پر رہا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور انھوں نے تحریک اسلامی کی اشاعت و ترقی کے پہلو سے اس موضوع کا مطالعہ نہیں کیا ہے۔ ہمارے جدید مسلم مورخوں نے بالخصوص اس اہم پہلو پر توجہ بہت کم دی ہے۔ چنانچہ ان کی تحریر کردہ سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں اسلام کی نشر و اشاعت پر اتنی بھی معلومات نہیں ملتیں جتنی قدیم سیرتوں اور تاریخوں میں دستیاب ہو جاتی ہیں۔ اس کا جزوی سبب یہ ہے کہ ان کی نگاہ کا مرکزی نقطہ دعوتِ رسول سے زیادہ شخصیتِ رسول رہی ہے اور کچھ ان کی جدید تاریخی تحلیل و تجزیہ کے اصولوں اور طریقوں سے ناواقفیت بھی رہی ہے۔ دوسری طرف مستشرقین اور جدید مشرقی اور مغربی مورخین ہیں جو مصادر پر بھی پوری قدرت رکھتے ہیں اور تاریخ نویسی کے جدید اصولوں اور طریقوں سے بھی کماحقہ واقف ہیں لیکن ان کے ساتھ مشکل یہ ہے کہ وہ اپنے مذہبی، سماجی، سیاسی اور تہذیبی تعصبات کی بنا پر تحریک اسلامی کا اس کے صحیح تاریخی تناظر میں مطالعہ نہیں کرتے۔ لیون کیتانی (LEON CAETANI)[۳] اور مونٹگمری واٹ (MONTGOMERY WATT)[۴] وغیرہ نے عصر جدید میں مکی مسلمانوں کی فہرستیں مرتب کی ہیں اور ان کے سماجی اور قبائلی تجزیے کیے ہیں مگر وہ معلوم و مذکور وجوہ سے جامع اور کامل نہیں ہیں۔

مستشرقین کے ان تجزیوں میں بالخصوص مکی مسلمانوں کی فہرستوں میں کئی نقص پائے جاتے ہیں۔ اول یہ کہ وہ صرف مکی عہد میں اسلام قبول کرنے والوں کو ہی شامل نہیں کرتے بلکہ مدنی عہد میں مسلمان ہونے والے قریشیوں کو بھی اس میں شریک کر لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس سے صرف مکی عہد کے مسلمانوں کی عددی طاقت کی تعیین کرنی ناممکن ہو جاتی ہے۔ دوم یہ کہ وہ عام طور سے قدیم اسلامی مورخوں اور سیرت نگاروں کی فہرستوں پر تکیہ کرتے ہیں اور بہت ہوا تو ان مسلمانوں کو شامل کر لیتے ہیں جن کے اسلام لانے کا صریحی ذکر مل جاتا ہے۔ وہ قریش کے مختلف بطون اور خاندانوں کی عددی طاقت اور ان میں اسلام لانے والوں کے عددی تناسب کو اپنے دائرہ فکر و بحث سے خارج کر دیتے ہیں۔ اس سے کہیں زیادہ تعجب و افسوس کی بات یہ ہے کہ آزادی و مساواتِ نسواں کے یہ علمبردار مسلم خواتین اور بچوں کو اپنی فہرستوں اور تجزیوں میں کوئی جگہ نہیں دیتے۔ سوم یہ کہ وہ قریش مکہ اور ان کے شہری حلفاء اور موالی کے سوا دوسرے غیر قریشی اور غیر مکی مسلمانوں کو بھی اپنے تجزیہ و تحلیل کے دائرے سے خارج سمجھتے ہیں۔ ان کی نگاہ کا اصلی مرکز صرف مکہ مکرمہ کے باشندے ہوتے ہیں۔ ان تمام نقائص کی بنا پر ہم ان کی فہرستوں اور تجزیوں کو حیاتِ نبوی کے مکی دور میں اسلامی تحریک کی توسیع و ترقی سے متعلق نہیں گردان سکتے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جدید مورخوں اور سیرت نگاروں کے افراط و تفریط پر مبنی اسس رویہ اور انداز نگارش کی کی بنا پر مکی عہد کی اسلامی تحریک کی کارفرمائی کا صحیح تجزیہ ابھی تک نہیں کیا جا سکا ہے۔ اسس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی دعوت اور اس کے اثرات و نتائج کے بارے میں ہماری معلومات نہ صرف یہ کہ ناقص ہیں بلکہ ان کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں بھی راہ پا گئی ہیں۔ ہم زیر نظر مباحثہ میں مکی دور میں اسلام لانے والوں کا ایک عددی مطالعہ اور تجزیہ پیش کریں گے۔ تاریخ اسلامی کے مصادر سے مکی مسلمانوں کے اعداد و شمار بیان کریں گے اور آخر میں ان کی بنا پر اسس دور کی اسلامی تحریک کی کارکردگی اور اثر انگیزی کی تحدید و تعیین کریں گے۔ تاکہ سیرت نبوی کے مکی دور کی تاریخ دعوت و تبلیغ کے اہم ترین باب کا صحیح مطالعہ کیا جا سکے۔ اپنی اور قارئین کی آسانی نیز معلومات کی واضح تنقیح کے لیے ہم اپنا یہ مطالعہ خاندان وار کریں گے۔ اس سے نہ صرف مسلمانوں کی عددی طاقت کا پختہ ثبوت ملے گا بلکہ اسلام کی طرف ہر خاندان قریش اور بطن عرب کا رویہ بھی واضح ہوگا۔

لیکن اصل بحث شروع کرنے سے پہلے آبادی سے متعلق اعداد و شمار کا ایک جدید اصول معلوم کرنا ضروری ہے۔ چونکہ قرون وسطیٰ میں مردم شماری کا طریقہ رائج نہیں تھا اس لیے کسی علاقے یا سلطنت کی آبادی کا تخمینہ پیدائش و وفات کے اعداد و شمار کے حساب سے لگایا جاتا ہے اور اس کو (DEMOGRAPHIC PRINCIPLE) کہا جاتا ہے۔ اس کے اطلاق کا طریقہ یہ ہے کہ بالغ مردوں کی معلوم تعداد کو ۴٫۵ (چار اعشاریہ پانچ) سے ضرب کر دیا جاتا ہے[9]۔ لیکن چونکہ ضرب کا یہ تناسب جدید دور سے متعلق ہے لہٰذا قرون وسطیٰ کی آبادی کا تخمینہ لگانے کے لیے بالغ مردوں کی معلوم تعداد کو ۶-۷ (چھ سات) سے ضرب دینا چاہیے کیونکہ اس زمانے میں تعدد ازواج اور غلامی کے دو ایسے رواج تھے جن سے آبادی میں بالعموم اور ہر خاندان کی عددی طاقت میں بالخصوص اضافہ ہوتا تھا۔ ظاہر ہے کہ آبادی کے تخمینہ کا یہ اصول اس کے اوسط پر مبنی ہے کیونکہ بعض خاندانوں کی افرادی قوت چھ سات سے کم ہوتی ہوگی اور بعضوں کی اس سے کہیں زیادہ۔ اس کمی بیشی میں توازن اوسط کے اصول سے پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک جدید مورخ برکات احمد نے ہجرت نبوی کے وقت مدینہ منورہ کی یہودی آبادی کا تخمینہ اسی اصول کے مطابق لگایا ہے[10]۔ جو بظاہر صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ انھوں نے اپنے دعوی کے اثبات کے لیے بڑے قوی دلائل دئے ہیں۔ ہمارے مطالعہ سے اس کی مزید تصدیق ہوگی۔

ابن اسحاق نے مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کرنے والوں اور مہاجروں کی کئی فہرستیں اور اعداد و شمار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیے ہیں۔ ان میں سے اولین فہرست قدیم ترین مسلمانوں کی ہے جن کی تعداد چار ہے۔ سر دست اس مختلف فیہ مسئلہ سے بحث نہیں کہ حضرات خدیجہ بنت خویلد، زید بن حارثہ، ابوبکر صدیق اور علی بن ابی طالب میں سے سب سے پہلے کون اسلام لایا تھا مگر یہ حقیقت سب کو تسلیم ہے کہ یہی چاروں بزرگ قدیم ترین مسلم تھے۔[11] ابن اسحاق ہی کی ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کے بعد "تین اشخاص ابوذرؓ، بریدہؓ اور ابوذرؓ کے ایک چچیرے بھائی نے اسلام قبول کیا"۔[12] سیرت نگار مذکور کی ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر حضرات زبیر بن عوامؓ، عثمان بن عفانؓ، طلحہ بن عبید اللہؓ، سعد بن ابی وقاصؓ اور عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے اسلام قبول کیا"۔[13] اس طرح مذکورہ بالا حضرات خمسہ کا پہلے آٹھ مسلمانوں میں شامل ہونا ایک اور روایت سے بھی واضح ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا دو تین فہرستوں کے بعد ابن اسحاق نے چھیالیس قدیم مسلمانوں کی فہرست دی ہے جن کا تعلق قریش کے مختلف خاندانوں سے ہے۔[14] مورخ مذکور کا بیان ہے کہ "ان کے بعد عورتوں اور مردوں نے اکا دکا اسلام قبول کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ اس کا چرچا ہونے لگا اور اسلام کی دعوت آشکار ہو گئی"۔[15] ابن اسحاق نے ان انفرادی طور سے مسلمان ہونے والوں کی نہ تعداد کا حوالہ دیا ہے اور نہ بیشتر حالات میں ان کے ناموں کا۔

یہ عجیب بات ہے کہ کمزور طبقات کے افراد (ضعفاء المسلمین) کے اسلام قبول کرنے کے زمانے کی تعیین کسی سیرت نگار یا مورخ کے یہاں نہیں ملتی اگرچہ ان کے قدیم الاسلام ہونے کا ذکر قریش کی ایذا دہی کے باب میں سب سے پہلے آتا ہے۔ بہر حال ان میں متعدد ناموں کا ذکر مآخذ میں ملتا ہے اور ان کی تعداد کم از کم پندرہ بتائی گئی ہے۔[16] ۶ھ میں حضرت عمر بن خطاب کے قبول اسلام کے وقت "چالیس سے کچھ زیادہ مرد اور گیارہ مسلمان عورتیں تھیں"۔[17] یہ واضح رہے کہ یہ تعداد ان مکی مسلمانوں کی معلوم ہوتی ہے جو ہجرت حبشہ کے بعد مکہ مکرمہ میں بچے تھے کیونکہ حضرت عمر روایات کے مطابق پہلی ہجرت حبشہ کے بعد ایمان لائے تھے۔ مآخذ کے مطابق پہلی ہجرت حبشہ میں مکہ کے گیارہ مسلمان مردوں اور چار عورتوں نے راہ خدا میں ترک وطن کیا تھا۔[18] اور دوسری ہجرت میں جو ایک سال بعد ہوئی تھی ۸۳ یا ۸۶ مکی مسلمانوں نے ہجرت کی تھی۔[19] ابن اسحاق نے ایک اہم بات یہ کہی ہے کہ مہاجرین حبشہ کی مذکورہ بالا تعداد بالغ مردوں اور عورتوں کی تھی اور ان میں نابالغ بچوں کی تعداد شامل نہیں تھی جو اپنے والدین یا سرپرستوں کے ساتھ ہجرت پر مجبور ہوئے تھے۔[20] اگرچہ مستشرقین اور بعض جدید مورخین نے پہلی اور دوسری ہجرت حبشہ کی تقسیم کو مسترد کر دیا ہے تاہم ان کو بھی تسلیم ہے کہ حبشہ میں سو سے اوپر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مکی مسلمان پناہ لے چکے تھے اور ان کی خاصی بڑی تعداد جس کی تعیین مشکل ہے کہ مکرمہ میں باقی رہ گئی تھی۔[21] ان میں سے بیشتر وہ لوگ تھے جن کو اپنے قبیلوں کی حمایت و پناہ (جوار) حاصل تھی اور ضعفاء المسلمین تو بیچارے سب کے سب مکہ مکرمہ میں قریش کے فرعونوں کا ظلم وستم سہنے کے لیے رہ گئے تھے۔[22]

مآخذ میں مہاجرین مدینہ کی بھی کئی فہرستیں ملتی ہیں جن سے مکی مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ ہوتا ہے ان فہرستوں میں اوپر کی دونوں فہرستوں کے نام بھی شامل ہیں اس لیے ان کی تعداد کا ذکر یہاں نہیں کیا جارہا ہے۔ لیکن یہاں دو اہم نکات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اول یہ کہ ہمارے مآخذ تمام مکی مہاجرین کے اسمائے گرامی نہیں گناتے، دوم یہ کہ متعدد مکی مسلمان اپنی مجبوریوں کے سبب مدت تک ہجرت کی سعادت سے محروم رہے تھے۔[23] لہٰذا مکی مسلمانوں کی مجموعی تعداد کا تخمینہ مشکل ہے۔ البتہ دو ایسی روایات مآخذ میں ملتی ہیں جن سے ان دونوں مکی طبقات کی عددی طاقت کا موٹا سا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ابن اسحاق کے مطابق فتح مکہ کی مہم میں تمام مہاجرین مکہ نے شرکت کی تھی اور ان کی تعداد سات سو مجاہدین بتائی گئی ہے۔[24] جبکہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان مکہ کے ضعفاء المسلمین کی تعداد جنھوں نے مکہ سے بھاگ کر اور صلح کی شرط کے مطابق مدینہ میں پناہ نہ پاکر عیص نامی مقام پر اپنا مرکز قائم کیا تھا تقریباً ستر[70] مذکور ہوئی ہے۔[25] ظاہر ہے کہ ان دونوں طبقات کی مذکورہ بالا تعداد میں قابل ذکر تعداد میں وہ حضرات بھی شامل رہے ہوں گے جو مدنی زمانہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے تھے لیکن یہ بھی ایک اہم حقیقت ہے کہ مکی مسلمانوں کی تعداد غالب اکثریت کی تعریف میں آتی ہے۔ مستشرقین نے مہاجرین کی تعداد کو ایک طرف تو اپنے مخصوص نظریات کے سبب گھٹا کر دکھانے کی کوشش کی ہے اور دوسری طرف ہجرت کے سبب مدینہ منورہ کی معیشت پر بار گراں پڑنے کے ضمن میں ان کی تعداد کو قابل لحاظ اور کثیر قرار دیا ہے۔[26] مونٹگمری واٹ کی مکی مسلمانوں کی فہرست میں جو عہد نبوی کے دونوں ادوار کے کل بالغ مرد مسلمانوں پر مبنی ہے صرف ایک سو اٹھاسی[188] نام گنائے گئے ہیں۔[27] مستشرقین کے نزدیک ان کی کل تعداد سو سوا سو سے متجاوز نہیں تھی۔[28] جبکہ مسلم مورخین کے نزدیک مہاجرین مکہ کی کل تعداد سیکڑوں سے متجاوز تھی۔[29] اگرچہ تعداد کا تخمینہ عموماً ان کے ہاں بھی نہیں پایا جاتا ہے۔

ذیل میں ہم قریش کے مختلف خاندانوں میں مسلمانوں کی تعداد کا تجزیہ قبیلہ وخاندان وار کر رہے ہیں تاکہ مکی عہد کے مسلمانوں کی تعداد کا صحیح تخمینہ لگایا جائے۔

بنو ہاشم: خاندان رسول

مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خاندان رسالت کئی افراد پر مشتمل تھا۔ رسول اکرم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ اور آپ کی چار صاحبزادیاں اس میں شامل تھیں۔ اگرچہ آپ کی اولاد نرینہ زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہی تھی۔ ان کے علاوہ ابن اسحاق اور دوسرے مآخذ سے پتہ چلتا ہے کہ پہلے دو شوہروں عتیق مخزومی اور ابو ہالہ تمیمی حلیف عبدالدار سے حضرت خدیجہ کی بالترتیب ایک لڑکی اور ایک لڑکا حارث بن ابی ہالہ اور ایک لڑکی تھی ان میں حضرت حارث بن ابی ہالہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں شروع میں ہی شہید کر دیئے گئے تھے ان کے ایک اور بھائی حضرت طاہر تھے جو بعد میں گورنر بنے حضرت خدیجہ کی پہلی اولادیں آپ کے دامن تربیت ہی سے وابستہ تھیں۔ اس لحاظ سے خاندان نبوی دس افراد پر مشتمل تھا۔ چونکہ عرب دستور کے مطابق موالی بھی خاندان کے ارکان ہی شمار ہوتے تھے اس لیے آپ کے آزاد کردہ یا غلام موالی کا شمار بھی کرنا چاہیئے۔ ان میں حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ کا نام سر فہرست ہے اور دوسرے غلامانِ رسول میں حضرات ابو رافع، صالح شقران، ابو کبشہ، انسہ اور رافع یا رویفع کا ذکر ملتا ہے جو سب کے سب مکی دور کے مسلم تھے۔ اس طرح محض خاندان رسول کے مسلمانوں کی تعداد کم از کم پندرہ ہو جاتی ہے۔ امکان ہے کہ بعض اور موالی بھی وابستۂ دامانِ دولت رہے ہوں۔ ان میں حضرت زید بن حارثہ کلبی کا اپنا گھرانا بھی تھا جو کم از کم ان کے علاوہ دو مزید افراد یعنی ان کی اہلیہ محترمہ حضرت ام ایمن اور ان کے فرزند حضرت اسامہ بن زید پر مشتمل تھا۔ ان کو شامل کر کے یہ تعداد اٹھارہ ہو جاتی ہے۔ اور یہ ہمارے مقرر کردہ اصول تخمینہ آبادی کے مطابق تین خاندانوں کی عددی طاقت پر حاوی ہے۔

دوسرے بنو ہاشم کے خاندانوں میں طالبی گھرانے کے کم از کم دو مردوں کا ذکر ملتا ہے یعنی حضرات جعفر بن ابی طالب اور ان کے برادر خورد علی بن ابی طالب۔ ان میں سے اول الذکر کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس خثعمی بھی مکی مسلمان تھیں اور حبشہ میں ان کے ہاں عبداللہ بن جعفر اور محمد اور عون پیدا ہوئے تھے۔ حضرت علی کو خاندان رسول کا ایک فرد سمجھنا چاہیئے کہ وہ آپ کی کفالت میں تھے۔ حضرت علی کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد نے بھی مکہ مکرمہ میں ہی کسی وقت غالباً ابوطالب کی وفات کے بعد اسلام قبول کر لیا تھا۔ ایک خاندان حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی کا تھا۔ ان کے اسلام کا تو ذکر ملتا ہے مگر ان کے اہل وعیال کا ذکر ملتا ہے اور نہ ان کے اسلام کا جبکہ یہ یقینی امر ہے کہ ان کا خاندان تھا اور وہ صاحب عیال بھی تھے۔ کم از کم ان کی ایک باندی کا ذکر بھی ملتا ہے۔ تفحص سے ان کے دوسرے متوسلین کا بھی ذکر مل سکتا ہے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہاشمی کے بارے میں اگرچہ یہ ذکر آتا ہے کہ وہ مکی عہد کے قدیم الاسلام شخص تھے اور ان کے خاندان کے افراد نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا[۴۹] مگر یہ روایات مشتبہ ہیں اس لیے ان کو ہم بطور احتیاط مکی مسلمانوں میں شمار نہیں کرتے۔ غالباً انھیں کے مانند دوسرے ہاشمیوں نے بھی مدنی دور میں کسی وقت اسلام قبول کیا تھا۔[۵۰]

اگرچہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کی ازواج و اولاد کے اسلام لانے کا ذکر نہیں ملتا تاہم ان کے بعض حلیفوں کے بارے میں صراحت آتی ہے کہ وہ مکی عہد میں اسلام لائے تھے۔ ابن سعد وغیرہ نے ان کے صرف دو افراد حضرات ابو مرثد کناز بن حصین اور ان کے فرزند اکبر مرثد کا ذکر کیا ہے اور انھیں کا ذکر مستشرقین کی فہرست میں ملتا ہے مگر ابن اثیر نے ان کے دو اور افراد انس بن ابی مرثد اور انیس بن ابی مرثد کا بھی ذکر کیا ہے۔ سربراہ خاندان کی عمر بوقت ہجرت مدینہ تقریباً چون سال کی تھی ظاہر ہے کہ ان کے خاندان کے دوسرے افراد بھی اسلام لائے تھے جن کا ذکر تاریخوں میں نہیں آسکا۔

بنو مطلب

بنو ہاشم کے حلیف و عزیز بنو مطلب میں حضرت عبیدہ بن حارث اور ان کے بھائیوں طفیل حصین اور ایک گمنام بھائی کے قبول اسلام کا ذکر ابن سعد میں ملتا ہے۔ مورخ مذکور کے مطابق حضرت عبیدہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دس سال عمر میں بڑے تھے اور دار ارقم میں قیام نبوی سے قبل اسلام لائے تھے۔ ان کے کم از کم چھ فرزندان گرامی معاویہ، عون، منقذ، حارث، محمد اور ابراہیم تھے اور چار صاحبزادیاں ریطہ، خدیجہ، سخیلہ، اور صفیہ تھیں اور یہ سب کے سب مختلف ماؤں کے بطن سے تھے۔[۵۱] حضرت عبیدہ چونکہ غزوہ بدر ۲ھ میں شہید ہوئے تھے اس لیے یہ ظاہر ہے کہ ان کی تمام اولادیں مکہ مکرمہ میں ہی پیدا ہو چکی تھیں۔ نہ صرف ان کا خاندان جو بارہ چودہ افراد پر مشتمل تھا مسلمان ہو چکا تھا بلکہ ان کے تینوں بھائیوں کے خاندان بھی مکی مسلم تھے۔[۵۲] اگرچہ مآخذ میں ان کے کل افراد کی تعداد کا ذکر نہیں ملتا۔ مونٹگمری واٹ کا خیال ہے کہ حضرت عبیدہ بن حارث کی تمام اولادیں مکی عہد میں نابالغ و کم عمر تھیں[۵۳] لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ صحابی موصوف بوقت ہجرت اکسٹھ سال کے تھے اور مکہ میں متعدد شادیاں کر چکے تھے۔ ظاہر ہے کہ ان کی عمر اور تعدد ازدواج کا تقاضا یہ تھا کہ ان کی اولاد امجاد کی عمریں کافی رہی ہوں۔ بالفرض ان کو کم عمر تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی وہ مسلم آبادی میں اضافہ کا سبب رہے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی خاندان کا ایک اور گھرانا عباد بن مطلب کا تھا اور اس کے اولین مکی مسلم حضرت مسطح بن اثاثہ بن عباد تھے جو حضرت عبیدہ بن حارث مطلبی کے بھتیجے اور حضرت ابوبکر صدیق تیمی کے خالہ زاد بھائی تھے۔ ان کی والدہ حضرت ام مسطح حضرت ابوبکر کی والدہ ام الخیر کی حقیقی بہن تھیں اور سابقین اولین میں شمار ہوتی تھیں ان کے ایک فرزند عباد کا ذکر ضرور ملا ہے مگر ان کے دوسرے فرزندوں، دختروں یا بیویوں کا ذکر نہیں ملتا۔[۵۵] بہر حال یہ گھرانا بھی چار پانچ افراد سے زیادہ پر ضرور مشتمل تھا۔

بنو مطلب کا ایک اور گھرانا مخرمہ بن مطلب کا تھا۔ ان کے دو فرزند قیس بن مخرمہ اور صلت بن مخرمہ ابتدائی مکی مسلم تھے۔ موخر الذکر کے فرزند جہیم بن صلت اور ان کے دو صاحبزادے حکیم بن جہیم اور عمرو بن جہیم بھی ابتدائی مسلم تھے جو ہجرت کر کے مدینہ جا بسے تھے اور خیبر سے طعمہ پاتے تھے۔ ان کے علاوہ قاسم بن مخرمہ اور صلت بن مخرمہ کے تین اور فرزندوں حکیم بن صلت عمرو بن صلت اور کہیم بن صلت اور قاسم کے فرزند مخرمہ بن قاسم کا ذکر بھی ابتدائی مسلموں میں ملا ہے۔[۵۶] اس طرح کم از کم دس بالغ افراد خاندان کا حوالہ ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کی ازواج و اولاد کی تعداد نے بھی مسلم مکی معاشرہ میں اضافہ کیا تھا۔ ان کے علاوہ بنو مطلب کے دو اور گھرانے بنو علقمہ بن مطلب اور ہاشم بن مطلب کے تھے اور ان میں کئی مردوں کے اسلام کا ذکر ملتا ہے اگرچہ ان کے عہد کی تعیین مشکل ہے۔ البتہ یہ امر قطعی ہے کہ بنو مطلب کے کئی گھرانوں کی تین تین نسلیں مسلمان ہو چکی تھیں۔[۵۷] صرف مخرمہ بن مطلب کے تین فرزندوں — قیس، صلت اور قاسم — کے خاندان کی عددی طاقت ۲۱ — ۱۸ افراد پر مشتمل تھی۔

بنو عبد شمس / بنو امیہ

بطن بنو عبد مناف کے چار خاندانوں — بنو ہاشم، بنو عبد شمس، بنو مطلب اور بنو نوفل — میں عددی طاقت اور دنیاوی جاہ و حشمت کے لحاظ سے بنو عبد شمس بالخصوص اس کا ذیلی خاندان بنو امیہ سب سے اہم تھا۔ اسلام کے حوالے سے عموماً یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بنو عبد شمس اور اس کے نمائندہ خاندان بنو امیہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین کی سب سے زیادہ اور انتہائی حد تک مخالفت کی تھی۔ حالانکہ یہ قطعی غلط ہے۔ دوسرا غلط مگر مقبول عام تاثر یہ بھی ہے کہ اس کے افراد نے سب سے بعد میں اسلام قبول کیا تھا۔[۵۸] بہر کیف مآخذ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کثیر آبادی والے قریشی خانوادے کے متعدد افراد نے مکی عہد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنو امیہ بن عبد شمس میں سب سے پہلا خاندان جو اسلام سے روشناس ہوا وہ ابو احیحہ سعید بن عاص بن امیہ اکبر بن عبد شمس کا گھرانا تھا جن کے دو افراد حضرات خالد بن سعید اور عمرو بن سعید نے ابتدائی مکی عہد میں اسلام قبول کر لیا تھا اور ابن اسحاق کے بقول وہ دونوں اپنی بیویوں امینہ بنت خلف خزاعی اور فاطمہ بنت صفوان مدلجی کے ہمراہ ہجرت حبشہ پر مجبور ہوئے تھے۔ جہاں اول الذکر کی دو اولادیں سعید اور امہ پیدا ہوئی تھیں۔[59] موخر الذکر کے بارے میں مزید تفصیلات نہیں ملتیں اور نہ اس خاندان کے دوسرے مکی مسلمانوں کا ذکر آتا ہے۔ البتہ ان کے ایک مولی حضرت صبیح بدری صحابی تھے اور مکہ میں اسلام لائے تھے۔[60]

مکی عہد کے اولین اموی مسلمانوں میں حضرت عثمان بن عفان ایک ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ ان کا تعلق امیہ اکبر کے فرزند ابو العاص کے گھرانے سے تھا۔ وہ مآخذ کی صراحت کے مطابق پہلے آٹھ مسلمانوں میں شامل تھے اور اپنے چچا حکم بن ابی العاص کے ہاتھوں ستائے جانے کے سبب اپنی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ بنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حبشہ ہجرت کر گئے تھے مکہ میں ان کے ایک فرزند عبداللہ پیدا ہوئے اور انھوں نے ہجرت مدینہ کے بعد ۴ھ میں چھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت عثمان اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ واپس مکہ آ گئے تھے اور بعد میں مدینہ منورہ ہجرت کی تھی۔[61] حضرت عثمان کے دوسرے بھائی بہنوں اور عزیزوں کے قبول اسلام کے بارے میں مآخذ خاموش ہیں البتہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت اروی بنت کریز کے بارے میں یہ تصریح ملتی ہے کہ وہ ابتدائی مکی مسلم تھیں۔[62] حضرت رقیہ کے علاوہ حضرت عثمان کی مزید سات ازواج اور ایک ام ولد کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں سے حضرت رملہ بنت شیبہ بن ربیعہ کو زبیری نے ابتدائی مکی مسلم اور مہاجر مدینہ بتایا ہے۔[63]

بنو ربیعہ بن عبد شمس میں سب سے پہلے اسلام لانے کا شرف حاصل کرنے والے حضرت ابو حذیفہ تھے جو مکہ کے صف اول کے سردار عتبہ بن ربیعہ کے فرزند تھے۔ ان کی عم زاد بہن کے اسلام کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ وہ اپنی اہلیہ محترمہ حضرت سہلہ بنت سہیل عامری کے ساتھ حبشہ ہجرت کر گئے تھے مگر بعد میں مکہ واپس آ گئے تھے اور وہاں سے مدینہ ہجرت کی تھی۔ وہ بدری صحابی تھے۔ ان کا ایک لڑکا محمد حبشہ میں تولد ہوا تھا۔[64] اگرچہ ان کی کئی ازواج و اولاد کا ذکر مآخذ میں آیا ہے مگر ان میں سے کسی کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ مکی عہد کے مسلم تھے یا مدنی عہد کے۔ لیکن اس امکان سے یکسر انکار کرنا بھی مشکل ہے کہ ان میں کوئی ایک مکی عہد کے مسلمان رہے ہوں۔ البتہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کے موالی حضرت سالم جو موالی ابی حذیفہ کے نام سے ہی معروف ہیں کی عہد کے ابتدائی مسلم تھے۔ ان کے بعض دوسرے خاندان والوں کا ذکر ملتا ہے لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ مکی عہد کے مسلم تھے یا نہیں[۶۵]

ماخذ کا اصرار ہے کہ بنو حرب بن امیہ اکبر کے خاندان کے کسی فرد نے مکی عہد میں اسلام قبول نہیں کیا تھا تاہم ان کو بھی اعتراف ہے کہ خاندان سفیانی کی ایک خاتون حضرت ام حبیبہ (رملہ) بنت ابی سفیان نے اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش (بنو غنم بن دودان) کے ساتھ ابتداہی میں اسلام قبول کیا تھا اور حبشہ ہجرت کی تھی جہاں ان کے شوہر تو عیسائی ہو گئے تھے مگر وہ اسلام پر ثابت قدم رہیں[۶۶] اور بالآخر اسی ثبات قدمی کے سبب وہ ۷ھ؍۶۲۹ء میں ام المومنین بن کر مدینہ واپس آئیں۔ پہلے شوہر سے ان کی ایک صاحبزادی حضرت حبیبہ تھیں جو حبشہ میں پیدا ہوئی تھیں اور بعد میں وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تربیت آئیں[۶۷]

اگرچہ خاندان بنو حرب کے اور کسی فرد کے مکہ میں اسلام قبول کرنے کا ذکر نہیں ملتا تاہم یہ بڑی عجیب حقیقت ہے کہ ان کے بنو اسد؍خزیمہ کے حلیف بنو غنم بن دودان کے تمام مرد و زن اور بچے ابتداہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ عموماً ایسا نہیں ہوتا تھا کیونکہ سرپرست خاندان کے ساتھ اتحاد و حلف کی بنا پر حلفاء اور موالی بھی انھیں جیسا طرز عمل اپناتے تھے۔ لیکن اسلام کے معاملہ میں قبائلی اتحاد اور عصبیت وغیرہ کے عوامل بھی بے اثر ثابت ہوئے تھے۔ ابن اسحاق اور ابن سعد نے اس اموی حلیف خاندان کے تیئس[۲۳] مردوں کے نام گنوائے ہیں جو یہ ہیں:

(۱) عبداللہ بن جحش بن رئاب (۲) ان کے بھائی ابو احمد (۳) عبداللہ کے فرزند محمد (۴) عکاشہ بن محصن (۵) شجاع بن وہب (۶) ان کے بھائی عقبہ (۷) اربد بن حمیرہ (۸) منقذ بن نباتہ (۹) سعید بن رقیش (۱۰-۱۱) ان کے دو بھائی یزید اور عبدالرحمٰن (۱۲) محرز بن نضلہ (۱۳) قیس بن جابر (۱۴) عمرو بن محصن (۱۵) مالک بن عمرو (۱۶) صفوان بن عمرو (۱۷) ثقف بن عمرو (۱۸) ربیعہ بن اکثم (۱۹) زبیر بن عبید (۲۰) تمام بن عبیدہ (۲۱) سخرہ بن عبیدہ (۲۲) ابو سنان بن محصن (۲۳) سنان بن ابی سنان۔

ابن اسحاق نے ان کی ابتدائی مسلم عورتوں میں صرف آٹھ نام گنائے ہیں جو یہ ہیں: (۱) زینب بنت جحش (۲) ان کی بہن ام حبیب (۳) جذامہ بنت جندل (۴) ام قیس بنت محصن (۵) ام حبیب بنت ثمامہ (۶) آمنہ بنت رقیش (۷) صخرہ بنت تمیم اور (۸) حمنہ بنت جحش[۶۸] اس طرح بنو غنم بن دودان کے کل ابتدائی مسلمانوں کی تعداد صرف اکتیس[۳۱] بنتی ہے۔ لیکن ابن اسحاق کے ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بیان سے ان کے کل مسلم بالغ افراد کی تعداد چالیس معلوم ہوتی ہے۔ ابن اسحاق نے صراحت کی ہے کہ ان کے مسلم بچوں کی تعداد اس میں شامل نہیں تھی[۶۹]

اوپر کی تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے متعدد افراد کسی ایک خاندان کے ارکان تھے لیکن ایک دوسری حقیقت یہ بھی عیاں ہوتی ہے کہ ان میں سب کے اپنے خاندان تھے جو مرد و زن یا اولادوں پر مشتمل تھے۔ طبقات ابن سعد اور بعض دوسرے مآخذ بالخصوص انساب کی کتابوں میں ان کا ذکر ملتا ہے[۷۰] لیکن ان کے الگ الگ تذکرہ سے اطناب کا خدشہ ہے اس لیے اس کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ تخمینۂ آبادی کے اصول کے مطابق اگر صرف تیئس مردوں کا عدد قبول کر لیا جائے جو ابن اسحاق نے بیان کیا ہے تو اس اسدی خاندان کے کل افراد کی تعداد ۱۳۸ - ۱۶۱ کے درمیان کہیں رہی ہوگی۔ بنو غنم بن دودان کی نفری طاقت کا یہ کم سے کم تخمینہ ہے ورنہ اصل تعداد اس سے کہیں زیادہ رہی ہوگی کیونکہ بنو امیہ کے یہ اسدی حلیف اپنی سماجی اور اقتصادی مضبوطی کی وجہ سے مکی سماج میں بڑی حیثیت کے مالک تھے اس لیے ان کی ازواج و اولاد اور موالی و غلاموں کی تعداد بھی خاصی رہی ہوگی جو ہمارے اس تخمینہ میں کلی طور سے شامل نہیں ہے۔ مثال کے طور پر حضرت عبداللہ بن جحش وغیرہ کی والدہ ماجدہ حضرت امیمہ بنت عبدالمطلب ہاشمی کا ذکر اس ضمن میں ہمارے مآخذ نے نہیں کیا ہے حالانکہ وہ ابتدائی مکی عہد کی مسلم تھیں[۷۱]

بنو عبد شمس / بنو امیہ کے ایک اور حلیف حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی تھے جو بیشتر مستند مورخین کے مطابق قدیم مکی مسلم تھے اور مہاجر حبشہ بھی۔ مگر بعض روایات کے مطابق وہ مکہ کے قریش کے ظلم و ستم سے بچنے کے لیے اپنے قبیلہ میں واپس چلے گئے تھے اور وہاں تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیتے رہے تھے[۷۲] تاریخی شواہد اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو عبد شمس اور بنو امیہ کے حلفاء کی تعداد کافی تھی لیکن ان کے مکی عہد میں اسلام قبول کرنے کی مزید صریح شہادت نہیں ملتی۔

بنو عبد شمس کے دوسرے خاندانوں — بنو ابی عمرو بن امیہ، بنو ابو العیص اور بنو عبد العزیٰ بن عبد شمس وغیرہ — کے افراد و طبقات کے مکی عہد میں مشرف بہ اسلام ہونے کا مزید تاریخی ثبوت نہیں ملتا۔ البتہ موخر الذکر خاندان کے ابو العاص بن ربیع کی اہلیہ حضرت زینب جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھیں اور ان کی صاحبزادی حضرت امامہ بنت ابو العاص مکی عہد کی مسلمان تھیں[۷۳] بہرحال اس امکان سے قطعی طور سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بنو امیہ کے مختلف گھرانوں میں مکی عہد کے مسلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہے ہوں جن کا ذکر عہد عباسی میں اموی دشمن رجحانات کے حامل مورخین کی کتابوں میں بار نہ پا سکا ہو ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات نبوی کے صرف نصف صدی بعد محض مدینہ منورہ میں امویوں کی عددی طاقت ایک ہزار افراد سے متجاوز تھی[۶۴] ظاہر ہے کہ اس عہد میں اموی آبادی مدینہ کے علاوہ، مکہ مکرمہ، دمشق و شام اور دوسرے اسلامی مراکز و اعمال میں بھی کم یا زیادہ تھی۔ اس سے ایک موٹا سا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عہد نبوی میں مکہ مکرمہ میں ان کی تعداد کتنی رہی ہوگی۔

بنو نوفل

جس طرح بنو ہاشم و بنو مطلب میں قبائلی و خاندانی یگانگت بتائی جاتی ہے اسی طرح بنو عبد مناف کے باقی دو گھرانوں بنو عبد شمس و بنو نوفل کو ایک دوسرے کا اتحادی قرار دیا جاتا ہے۔[۶۵] اسلامی مورخین نے دین و مذہب کے حوالے سے اس یگانگت کا مطالعہ کیا ہے اور جدید مورخین اور مستشرقین نے سماجی، سیاسی اور اقتصادی گروہ بندیوں کے حوالے سے۔ مگر یہ دلچسپ و عجیب واقعہ ہے کہ بنو عبد مناف کے بطن کے باقی تین گھرانوں کے متعدد یا بعض افراد کے عہد مکی میں اسلام قبول کرنے کی شہادت ملتی ہے لیکن بنو نوفل کے کسی مکی مسلم کا ذکر نہیں آتا۔ ان کے تمام افراد یا سارے گھرانے کے فتح مکہ میں اسلام لانے کی صراحت ملتی ہے۔ البتہ ان کے ایک حلیف حضرت عتبہ بن غزوان مازنی اور حلیف مذکور کے مولی حضرت خباب بن ارت تمیمی کے بارے میں یہ حتمی صراحت ملتی ہے کہ وہ ابتدائی مکی عہد میں مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ یہ دونوں حلیف و مولی مہاجر حبشہ بھی تھے اور بدری صحابی بھی۔ لیکن بعض روایات نے مولی کو صحابہ کرام کے ان دونوں طبقات میں نہیں شمار کیا ہے۔[۶۶]

مکہ میں اسلام یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بنو نوفل کے رویہ کا حوالہ ایک روایت میں ملتا ہے جو مورخین کے نزدیک تاریخ کا مسلمہ واقعہ ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سفر طائف کے بعد جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھرانے بنو ہاشم کی حمایت سے محروم کر دیے گئے تھے تو اسی خانوادۂ بنی عبد مناف نے آپ کو جوار (پناہ/حمایت) دی تھی اور آپ باقی مکی حیات طیبہ کے دوران بنو نوفل کے سردار مطعم بن عدی بن نوفل اور ان کے فرزندوں کی حمایت و حفاظت میں تا ہجرت مدینہ مکہ میں مقیم رہے تھے۔ اس احسان و حسن عمل کو آپ نے ہمیشہ یاد رکھا تھا۔[۶۷] لہذا مکی عہد میں ان کے بعض افراد کے قبول اسلام کے امکان کو یکسر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنو مخزوم

مکی سماج میں اگر کوئی خاندان بنو عبد مناف کا مد مقابل تھا تو وہ بنو مخزوم تھے۔[۷۸] لیکن اسلام کے باب میں ان کا رویہ دوسرے قریشی قبائل سے علیٰحدہ نہیں تھا۔ ان میں اسلام کے نام لیوا بھی تھے اور مخالف بھی۔ اسلام کا سب سے بڑا دشمن ابو جہل عمرو بن ہشام اسی خانوادہ کا شیخِ وقت تھا مگر اسلام کی کارفرمائی اور اثر انگیزی کا یہ تاریخی واقعہ ہے کہ اس کے ماں جائے حضرت عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی ابتدائی مکی مسلمانوں میں تھے۔[۷۹] اور کچھ مدت کے بعد اس دشمن دین کے حقیقی بھائی حضرت سلمہ بن ہشام نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ہجرت حبشہ کی تھی اور پھر واپس آکر مکہ میں جنگ خندق تک قید و بند کی صعوبت اٹھائی تھی۔[۸۰] ان کے سوا دوسرا مخزومی خاندان حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد کا تھا جو ان کی اہلیہ محترمہ اور ان کے متعدد فرزندوں اور دختروں پر مشتمل تھا۔ ان میں سے صرف حضرت سلمہ کا ذکر ماخذ میں صراحت کے ساتھ آتا ہے باقی کے بارے میں معلومات صرف انساب و طبقات کی کتابوں سے ملتی ہیں۔ ان کے مطابق حضرت سلمہ کی شادی مدنی عہد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ بن عبد المطلب کی ایک دختر سے کی تھی۔ ان کے علاوہ حضرت عمر بن ابی سلمہ اور حضرت دُرّہ اور حضرت زینب دو صاحبزادیاں بھی تھیں۔ حضرت ام سلمہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کے بعد یہ تمام اولادیں دامانِ تربیت رسالت میں آگئی تھیں۔ اس طرح یہ خاندان کم از کم چھ افراد پر مشتمل تھا اور غالباً یہ سب مکی عہد کے مسلم تھے کیونکہ سربراہِ خاندان کا ہجرت کے بعد جلد ہی انتقال ہو گیا تھا۔[۸۱]

ایک اور مخزومی خاندان جو ابتدا ہی میں اسلام سے روشناس ہوا تھا حضرت ارقم بن ارقم مخزومی کا تھا۔ عام طور سے ان کو مکی عہد میں کم عمر بتایا جاتا ہے لیکن اس حقیقت کے بعد کہ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تحریک کی ابتدا میں اپنا گھر بطور مرکزِ اسلام پیش کیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف کافی عمر کے تھے بلکہ خاصے اثر و رسوخ کے مالک تھے جس کے سبب انھوں نے ابو جہل کی مخالفت مول لینے کی جراءت بھی کی تھی۔[۸۲]

دوسرے مخزومی مسلم گھرانوں میں حضرات شماس (عثمان) بن عثمان بن شرید، ہبار بن سفیان بن عبد الاسد اور ان کے برادر حقیقی عبد اللہ ہاشم / ہشام بن ابی حذیفہ بن مغیرہ، عمر بن سفیان اور اور عبید اللہ بن سفیان اور موخر الذکر کے متعدد بھائیوں اور عزیزوں کے نام ملتے ہیں۔ یہ تمام مسلمان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مہاجرین حبشہ اور بعد میں مہاجرین مدینہ میں شامل تھے[۵۳]

بنو مخزوم کا بطن کافی بڑا تھا لہٰذا ان کے موالی اور حلفاء بھی بہت رہے ہوں گے لیکن ان میں سے صرف چند خاندانوں اور افراد کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں ایک خاندان حضرت عمار بن یاسر عنسی کا تھا جو ان کے والدین حضرت یاسر اور حضرت سمیہ اور کم از کم ایک بھائی عبداللہ پر مشتمل تھا[۵۴]۔ قیاس ہے کہ ان میں اور افراد بھی مکی مسلم رہے ہوں گے۔ ان کے علاوہ حضرت معتب بن عوف خزاعی اور دو گمنام حلیف بھی مکی عہد کے مسلم تھے[۵۵]۔ یہ نتیجہ نکالنا قطعی صحیح ہے کہ ان کے اور بھی حلیف اور موالی اس عہد میں اسلام لائے تھے۔

بنو تیم

حضرت ابوبکر صدیق کے خاندان میں سب سے اہم مکی مسلم گھرانا خود ان کا اپنا تھا جو لگ بھگ دس گیارہ افراد پر مشتمل تھا۔ ان میں سربراہِ خاندان کے علاوہ ان کی دو دختران گرامی حضرت اسماء اور حضرت عائشہ کا قبول اسلام تو مشہور ہے مگر ان کی اہلیہ حضرت ام رومان ایک کتخدا بہن ام کلثوم، ایک کتخدا فرزند عبداللہ اور ان کی اہلیہ عاتکہ بنت زید عدوی اور ایک ناکتخدا اور نامعلوم دختر اور والدہ محترمہ ام الخیر کے قبول اسلام کا تذکرہ سیرت و تاریخ کے مآخذ میں عام طور سے نہیں پایا جاتا۔ موخر الذکر خاتون اپنے کافر شوہر ابو قحافہ کی خدمت مکی عہد میں کرتی رہی تھیں اور ہجرت کے وقت حضرت ابوبکر صدیق کی ایک کمسن بچی ان کی دیکھ بھال کے لیے چھوڑ دی گئی تھی[۵۶]۔ خاندان صدیقی کے ایک حلیف حضرت صہیب بن سنان نمری قاسطی اور ایک مولیٰ حضرت عامر بن فہیرہ بھی قدیم الاسلام تھے اور غالباً ان کے اپنے خاندان بھی تھے[۵۷]۔

بنو تیم کا دوسرا مسلم مکی گھرانا حضرت طلحہ بن عبیداللہ تیمی کا تھا جو حضرت ابوبکر صدیق کے بہنوئی تھے کہ ان سے کم معروف حضرت ام کلثوم بنتِ ابو قحافہ منسوب تھیں۔ ان کا خاندان متعدد افراد پر مشتمل تھا اور وہ سب کے سب مکی مسلمان اور مہاجرین مدینہ تھے جن میں ان کی والدہ ماجدہ بھی شامل تھیں۔ زبیری نے ان کے کم از کم نو فرزندوں اور متعدد دختروں کا ذکر کیا ہے۔ ان کے دو بھائی مالک اور عثمان بھی تھے لیکن واضح شہادت کی غیر موجودگی میں یہ کہنا مشکل ہے کہ ان میں سے کتنے مکی تھے اور کتنے مدنی[۵۸]۔

ایک اور مکی مسلم گھرانا حضرت حارث بن خالد تیمی کا تھا جس میں ان کی صرف اہلیہ حضرت ریطہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنت حارثہ کا ذکر ملتا ہے۔ ایک اور فرد حضرت عمرو بن عثمان تیمی تھے۔ یہ سب مہاجرین حبشہ میں شامل تھے۔ حبشہ میں حارث تیمی کے ایک فرزند موسیٰ اور تین صاحبزادیاں عائشہ زینب اور فاطمہ پیدا ہوئی تھیں۔ بعد میں یہ سب مہاجرین مدینہ میں شامل ہوئے تھے۔[۸۹]

اس طرح کم از کم چھ خاندان بنو تیم میں مکی عہد میں مسلمان ہوئے تھے۔ یہ قطعی ہے کہ ان کے علاوہ بھی اس قریشی بطن میں مسلمان رہے ہوں گے۔ مگر ان کا ذکر نہیں ملتا یہی حال ان کے موالی اور حلفا کا ہے بہر حال کم از کم اس خاندان میں تین ساڑھے تین درجن مکی مسلمان تھے۔ مزید تحقیق سے ان کی تعداد میں مزید اضافہ ممکن ہے مگر کمی کا امکان نہیں۔

بنو عدی

اگرچہ بنو تیم کی مانند بنو عدی کا خاندان بھی قریشی اشرافیہ اور مکی معاشرہ میں صفِ دوم کا شمار ہوتا تھا تاہم اسلام قبول کرنے کے معاملہ میں اس کا شمار صفِ اول کے خاندانوں اور گروہوں میں ہونا چاہئیے۔ ان کا سب سے قدیم مکی مسلم گھرانا حضرت سعید بن زید عدوی کا تھا جو ان کی اہلیہ پر مشتمل تھا جو حضرت عمر فاروق کی بہن تھیں۔ حضرت سعید کی ایک بہن حضرت عاتکہ بھی قدیم مکی مسلم تھیں اور حضرت ابوبکر صدیق کے فرزند اصغر حضرت عبداللہ کو بیاہی تھیں۔ یہ دونوں مہاجرین مدینہ میں شامل تھے۔ اس خاندان کے دوسرے افراد بالخصوص ان کے بھائیوں اور صاحبزادوں کے قبول اسلام کے عہد پر ہمارے مآخذ عموماً کوئی روشنی نہیں ڈالتے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدیم احناف کا یہ پورا خاندان مسلمان ہو گیا تھا۔[۹۰]

بنو عدی کا دوسرا گھرانا حضرت نُعیم بن عبداللہ النحام کا تھا جو ابتدا ہی میں اسلام لایا تھا۔ وہ بہت مالدار با اثر اور مقبول شخص تھے ان کے خاندان و متوسلین کی تعداد کا اندازہ اس روایت سے کیا جا سکتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے زمانے میں جب انھوں نے ہجرت کی تھی تو ان کے خاندان کے کل چھوٹے بڑے افراد چالیس تھے جو ان کے ساتھ نقل مکانی کرکے مدینہ گئے تھے۔ ان میں سے حضرت ابراہیم بن نعیم، ان کی زوجہ حضرت زینب بنت حنظلہ اور موخر الذکر کی ایک پھوپھی حضرت جرباء بنت مسامہ اور حضرت نعیم کی ایک دختر امنہ کا شمار مکی مسلمانوں میں کیا گیا ہے۔[۹۱]

ایک اور مکی مسلمان تھے حضرت سلیمان بن ابی خثیمہ عدوی تھے اور ان کی والدہ حضرت شفاء بنت عبداللہ بن عبد شمس دوسری مکی مسلم تھیں۔ ان کے شوہر ابو خثیمہ کا مکہ میں انتقال ہو چکا تھا۔ ان دونوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مکی مسلمانوں نے بعد میں مدینہ ہجرت کی تھی۔[۹۲]

ان کے علاوہ دوسرے مکی مسلمانوں میں خاندان بنو عدی کے متعدد گھرانوں کے بہت سے افراد شامل تھے جن میں حضرات معمر بن عبد اللہ، عدی بن نضلہ اور ان کے فرزند نعمان بن عدی، عروہ بن ابی اثاثہ، مسعود بن سوید، عبد اللہ بن سراقہ اور ان کے بھائی عمرو اور حضرت خارجہ بن حذافہ ممتاز تھے۔ حضرت اربنب بنت عفیف جیسی بعض خواتین کا بھی ابتدائی مکی مسلمانوں میں شمار ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا مسلمانوں کے علاوہ بعض اور مردوں اور عورتوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔[۹۳]

لیکن بنو عدی کا سب سے اہم اور دوررس نتائج کا حامل قبولِ اسلام حضرت عمر فاروق کا تھا۔ ان کا اور ان کے بھائی حضرت زید بن خطاب کا پورا گھرانا مکہ ہی میں اسلام قبول کر چکا تھا۔ حضرت عمر کے خاندان میں ان کے فرزند حضرت عبد اللہ، ان کی دختر نیک اختر حضرت حفصہ اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت زینب بنت مظعون جمحی جو خاندان بنو جمح کے ابتدائی اور عظیم مسلم حضرت عثمان بن مظعون کی حقیقی بہن تھیں، کے قبول اسلام کا سراغ تو قطعی ہے۔ حضرت عمر کے متعدد فرزندان گرامی تھے ان میں حضرات عبد الرحمٰن اکبر، زید، عاصم اور عبید اللہ بھی تھے اور ان میں سے بیشتر عہد نبوی کے مسلم تھے۔[۹۴] حضرت زید بن خطاب، ان کی اہلیہ اور کم از کم ایک فرزند مکی مسلم تھے۔[۹۵] امکان ہے کہ ان دونوں عدوی خانوادوں کے اور افراد بھی مکی مسلمانوں میں شامل رہے ہوں۔ اس قیاس کی تائید اس حقیقت سے ہوتی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب کے ایک غلام حضرت مہجع نہ صرف قدیم مکی مسلم اور مہاجر مدینہ تھے بلکہ اولین شہید بدر بھی تھے۔[۹۶] چونکہ حضرت عمر مکہ کے مسلمانوں میں مالدار ترین اور عظیم ترین شیوخ میں تھے اس لیے ان کے اور موالی اور غلاموں کے امکان کو خارج از حقیقت نہیں قرار دیا جا سکتا۔ حضرت زنیرہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ حضرت عمر کے گھرانے کی کنیز تھیں۔ ان کے سوا دوسری کنیز حضرت لبینہ تھیں جو غالباً اسی خاندان سے وابستہ تھیں اور ان دونوں نے حضرت عمر کے قبول اسلام سے قبل اسلام لانے کے سبب ان کے ہاتھوں بہت مار کھائی تھی۔[۹۷] اس طرح بنو عدی کے صرف یہ دونوں گھرانے تیرہ چودہ افراد پر مشتمل تھے۔

بنو عدی کے حلفاء میں بنو بکیر رکنانہ کا خاندان کافی بڑا تھا۔ ان میں چار بھائیوں — حضرات عامر، خالد، عاقل اور ایاس — کے عہد مکی میں قبول اسلام کا واضح ذکر ماخذ میں ملتا ہے۔ یہ صریحی بات ہے کہ اس حلیف خاندان میں مرد و زن پر مشتمل دوسرے متعدد افراد بھی تھے۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ ان چاروں بھائیوں نے [illegible] اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر سب سے پہلے بیعت کی تھی اور پھر مکہ سے جب مدینہ ہجرت کی تھی تو اپنے تمام مردوں اور عورتوں کو ساتھ لے گئے تھے اور چونکہ ان کے گھروں میں کوئی نہیں بچ رہا تھا اس لیے وہ مقفل کر دئے گئے تھے حیرت کی بات ہے کہ ان چاروں کی ازواج و اولاد، موالی اور غلاموں کا کوئی تذکرہ ابن سعد وغیرہ نے نہیں کیا ہے۔ البتہ ان میں سے عاقل اور خالد کی عمریں بوقت ہجرت تیس[۳۲] اور تیس[۳۰] سال ہونے کا حوالہ دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایاس اور عامر ان سے دو دو برس چھوٹے تھے۔ اس لیے اس عمر کے لوگوں کی ازواج و اولاد ہونا لازمی امر ہے۔[۹۸]

اس قریشی خانوادہ کے دوسرے حلفا میں حضرات واقد بن عبد اللہ تمیمی، خولی بن ابی خولی اور ان کے بھائی مالک بن ابی خولی، عامر بن ربیعہ عنزی اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہ کے قبول اسلام اور ہجرت مدینہ کا صریح ذکر ماخذ میں آیا ہے۔ اگرچہ حضرت واقد کے بارے میں ابن سعد نے کہا ہے کہ ان کی وفات کے بعد ان کی نسل نہیں چلی تاہم ان کی زندگی میں ان کے متعلقین کی موجودگی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔[۹۹] حضرت خولی کے بارے میں ابن سعد ہی کی مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم ایک ورنہ دو بھائی ہلال بن ابی خولی اور عبد اللہ اور ان کے ایک گمنام فرزند بھی تھے جو راویوں کے اختلاف کے مطابق غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ ان چار خاندانوں میں آٹھ مردوں کا ذکر تو صراحت سے ملا ہے ظاہر ہے کہ ان میں اور بھی افراد خصوصاً عورتیں اور بچے بھی رہے ہوں گے۔[۱۰۰] قرینہ یہی ہے کہ بنو عدی کے حلیفوں کی تعداد خاصی وقیع تھی (دوسری قسط اگلے شمارہ میں)

تعلیقات و حواشی

سے ۱ ابن اسحاق، سیرت رسول اللہ، انگریزی ترجمہ الفریڈ گیوم، لندن ۱۹۵۵ء ص ۱۵-۱۱۱؛ طبری، تاریخ الرسل والملوک قاہرہ ۱۹۶۱ء دوم ص ۱-۳۰۹؛ بلاذری، انساب الاشراف، قاہرہ ۱۹۵۹ء، اول ص ۱۳-۱۱۲؛ نیز ملاحظہ ہو ابن ہشام، سیرۃ النبی، دار الفکر قاہرہ ۱۹۳۸ء، اول ص ۶۷-۲۲۴ وغیرہ۔

سے ۲ ابن اسحاق، ص ۱۱۵؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ۔ بیروت ۱۹۵۶ء، سوم ص ۵۵، ص ۱۰۲، ص ۱۲۴، ص ۱۳۴، ص ۲۱۵

سے ۳ ابن اسحاق، اردو ترجمہ نور الٰہی، نقوش رسول نمبر ۱۱ جنوری ۱۹۸۵ء، ص ۷-۱۸۶؛ انگریزی ترجمہ ص ۱۴۶

سے ۴ ایضاً ص ۴۳-۲۳۹؛ انگریزی ترجمہ ص ۷-۱۴۶

سے ۵ ابن اسحاق، انگریزی ترجمہ ص ۵-۲۱۴ وغیرہ

سے ۶ ابن اسحاق، انگریزی ترجمہ ص ۵-۱۴۴

سے ۷ لیون کیتانی (Leon Caetani) ANNALI DELL' ISLAM، ملان ۱۹۰۵ء جلد اول ص ۷-۵۱۵ وغیرہ بحوالہ منٹگمری واٹ ص ۱۴۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۸؎ مونٹگمری واٹ Muhammad At Mecca، آکسفورڈ ۱۹۵۳ء، ص ۷۹-۱۷۱

۹؎ ڈبلو ایچ مورلینڈ، India at the Death of Akbar، لندن ۱۹۲۰ء، ص ۲۲-۹ میں ہندوستان کی کل آبادی کے تخمینہ کے لیے سب سے پہلے یہ اصول وضع کیا جسے بعد میں مورخین نے قبول یا مسترد کیا۔ بحث کے لیے ملاحظہ ہو Cambridge Economic History of India مرتبہ تپن رائے چودھری اور عرفان حبیب، اور دیٹ لانگ مین، دہلی ۱۹۸۴ء جلد اول، باب ششم بر آبادی ص ۱۶۳-۷۱

۱۰؎ برکات احمد، Muhammad and the Jews نئی دہلی ۱۹۷۹ء، ص ۴۳

۱۱؎ ملاحظہ ہو حاشیہ ۱۔ ابن اسحاق اور ابن ہشام نے حضرت علی بن ابی طالب کو اولین مسلم قرار دیا ہے، جو آج مورخین کو تسلیم نہیں ہے۔ مآخذ کے مطابق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اولین مسلم تھیں۔

۱۲؎ ابن اسحاق اردو ترجمہ ص ۱۴۴ ۱۳؎ ملاحظہ ہو حاشیہ ۲۔ ابن ہشام، سیرۃ النبی، اول ص ۹-۲۶۷

۱۴؎ ابن اسحاق، انگریزی ترجمہ ص ۷-۱۱۶، ابن ہشام، سیرۃ النبی، اول ص ۷۴-۲۶۹

۱۵؎ ایضاً ص ۱۱۷؛ ابن ہشام، سیرۃ النبی، اول ص ۲۷۴ میں یہ واضح بیان ملتا ہے۔ جس کی تائید بعض دوسرے مصادر سے بھی ہوتی ہے۔ ۱۶؎ ابن اسحاق انگریزی ترجمہ ص ۵-۱۴۳

۱۷؎ ابن اسحاق انگریزی ترجمہ ص ۹-۱۵۵، ابن سعد، سوم ص ۲۶۹۔ موخر الذکر نے اپنی ایک روایت میں چالیس بیتالیس کی تعداد بتائی ہے اور دوسری روایت میں بیتالیس مردوں اور گیارہ عورتوں کی تصریح کی ہے۔

۱۸؎ ابن اسحاق، ص ۱۴۶ ۱۹؎ ابن اسحاق، ص ۸-۱۴۷ ۲۰؎ ایضاً

۲۱؎ مونٹگمری واٹ، محمد ایٹ مکہ، ص ۱۱-۱۱۰

۲۲؎ ابن اسحاق، ص ۵-۱۴۴ اور ص ۷-۱۶۱۔ نیز ملاحظہ ہو شبلی نعمانی، سیرت النبی، اعظم گڑھ ۱۹۸۳ء، ص ۲۳۶

۲۳؎ مثلاً حضرت عبداللہ النحام عدوی، عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی، سلمہ بن ہشام مخزومی، ابوجندل وغیرہ، ملاحظہ ہو ابن سعد، چہارم ص ۱۳۸، ص ۲۱۳ وغیرہ

۲۴؎ ابن اسحاق انگریزی ترجمہ ص ۵۴۵ اور ص ۵۵۷؛ نیز ملاحظہ ہو میری کتاب عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت نقوش رسول نمبر پنجم ص ۴۴۳ اور دوازدہم ص ۱۸۴ حاشیہ ۳۶۴

۲۵؎ ابن اسحاق انگریزی ترجمہ ص ۸-۵۰۷؛ واقدی، کتاب المغازی، آکسفورڈ ۱۹۶۶ء، ص ۹-۶۲۴ اور طبری، تاریخ دوم ص ۹-۶۳۸ نیز عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت، نقوش رسول نمبر جلد دوازدہم ص ۳-۱۳۲، حاشیہ ۲۷۲

۲۶؎ مونٹگمری واٹ، مذکورہ بالا، ص ۱۵۰ ۲۷؎ ایضاً ص ۷۹-۱۷۱ ۲۸؎ ایضاً ص ۱۵۰ وغیرہ

۲۹؎ محمد حمید اللہ، محمد رسول اللہ، اردو ترجمہ نذیر حق، نقوش رسول نمبر دوم لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۱۰۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۰ھ عرب خاندانی نظام کے مطابق نا کتخدا بیٹی باپ کے خاندان کی اور کتخدا شوہر کے خاندان کی فرد شمار ہوتی تھی۔ اگرچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی شادی کے بارے میں مآخذ میں یہ روایات ملتی ہیں کہ ان میں سے کم از کم تین کی شادی (یا نکاح) قبل بعثت ہوگیا تھا مگر یہ روایات زیادہ صحیح نہیں معلوم ہوتیں۔ لیکن اگر ان کو صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی مکی مسلمانوں کی عددی قوت سے متعلق اعداد و شمار میں فرق نہیں پڑتا کہ وہ خاندان رسالت کے افراد و ارکان نہ سہی مگر مسلم تو تھیں۔ پھر یہ حقیقت بھی ہے کہ حضرت زینب کے سوا باقی صاحبزادیاں اپنی دوسری / پہلی شادی تک آپ کے خاندان کے ارکان میں شمار ہوتی تھیں۔ مثلاً حضرت فاطمہ پورے مکی عہد میں اپنے والد ماجد کے گھرانے میں رہیں۔ جبکہ حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم ابولہب کے فرزندوں سے منسوب ہونے کے بعد بھی میکہ میں رہی تھیں کہ ان کی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ البتہ حضرت عثمان سے شادی کے بعد حضرت رقیہ اپنی سسرال چلی گئی تھیں۔ ملاحظہ ہو بلاذری، انساب الاشراف، اول ص۴۰۵-۳۹۶؛ ابن سعد، ہشتم ص۳۹-۱۹ نیز ابن اسحاق اردو ترجمہ ص۲۶۲

۳۱ھ ابن اسحاق اردو ترجمہ ص۲۶۲

۳۲ھ ابن حجر، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، مصر ۱۹۳۹ء، ۱۵۰۱؛ نیز ملاحظہ ہو شبلی نعمانی، سیرت النبی، اول ص۲۱۱

۳۳ھ ابن اثیر، اسد الغابہ، طہران ۱۳۷۷ھ جلد سوم ص۵۰؛ طبری، تاریخ، سوم ص۲۲۸۔ اندازہ ہے کہ پہلے دو شوہروں سے حضرت خدیجہ کی اور اولاد بھی رہی ہوگی جیسا کہ حضرت حارث اور حضرت طاہر کے ضمن میں معلوم ہوتا ہے۔ موخر الذکر کو ابن سعد نے شمار نہیں کیا ہے۔

۳۴ھ ابن اسحاق اردو ترجمہ ص۷۶؛ انگریزی ترجمہ ص۸۲؛ انساب الاشراف اول ص۴۶۷

۳۵ھ ابن سعد، چہارم ص۴۲-۳۷؛ انساب الاشراف، اول ص۸-۴۷۷

۳۶ھ ابن سعد، سوم ص۵-۴۹؛ انساب الاشراف، اول ص۹-۴۷۸

۳۷ھ ابن سعد، سوم ص۴۹؛ انساب الاشراف، اول ص۴۷۸

۳۸ھ ابن سعد، سوم ص۴۸؛ انساب الاشراف، اول ص۴۷۸

۳۹ھ انساب الاشراف، اول ص۴۸۲

۴۰ھ ابن اسحاق، انگریزی ترجمہ ص۵-۱۱۴؛ ابن ہشام، سیرۃ النبی، دار الفکر قاہرہ ۱۹۳۷ء اول ص۲۶۵؛ اسد الغابہ دوم، ص۷-۲۳۴، نیز ابن سعد، سوم، ص۴۴

۴۱ھ بلاذری، انساب الاشراف، اول ص۲۶۹؛ ابن سعد، ہشتم ص۲۲۳

۴۲ھ ابن سعد، سوم ص۶۱ اور ص۷۲؛ انساب الاشراف، اول ص۲۶۹ اور ص۷۶-۴۷۳

۴۳ھ ابن سعد، چہارم ص۳۴؛ ابن اسحاق، انگریزی، ص۱۱۶؛ زبیری، نسب قریش، قاہرہ ۱۹۵۳ء، ص۲۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۴ؔ ابن اسحاق، انگریزی، ص ۱۱۴؛ ابن سعد، سوم ص ۲۲-۲۱

۴۵ؔ ابن سعد، ہشتم ص ۸۱-۲۸۰؛ ابن اسحاق انگریزی، ص ۱۴۶؛ زبیری، ص ۸؛ اصابہ نساء ۵۱

۴۶ؔ زبیری، ص ۴؛ اصابہ، نساء ۳۱۷۔ بعد میں انھوں نے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مدینہ منورہ کو ہجرت بھی کی تھی۔

۴۷ؔ ابن سعد، سوم ص ۹-۸؛ ابن اسحاق اردو ترجمہ ص ۸۰-۱۷۹

۴۸ؔ ابن سعد، سوم ص ۹-۸ نے ان کی کم از کم تین ازواج کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے بنت الملہ بن مالک اوسی اور خولہ بنت قیس بخاری خزرجی ان کی مدنی بیویاں تھیں۔ مگر سلمیٰ بنت عمیس جو حضرت جعفر بن ابی طالب کی بیوی اسماء بنتِ عمیس کی حقیقی بہن تھیں یقینی طور سے مکی بیوی تھیں۔ ان سے ایک بچی امامہ تھیں جو مکی مسلم تھیں اور مکہ میں ہی رہ گئی تھیں اور فتح مکہ کے بعد مدینہ آئی تھیں۔ حضرت حمزہ کے کم از کم آٹھ اولادیں ہوئیں۔ ان میں سے امامہ مکی تھیں بقیہ غالباً سب مدنی اولادیں تھیں۔

۴۹ؔ ابن اسحاق انگریزی، ص ۲-۳۰۱؛ ابن سعد، چہارم ص ۱۱-۱۰

۵۰ؔ اس بحث کے لیے ملاحظہ ہو میری کتاب عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت، نقوش رسول نمبر جلد پنجم ص ۳۱۲ جلد دوازدہم ص ۶۱-۱۶۰

۵۱ؔ ابن سعد، سوم ص ۷-۴؛ اسد الغابہ، اول ص ۱۲۹ اور ص ۱۳۵؛ مونٹگمری واٹ، محمد ایٹ مکہ، ص ۱۷۱

۵۲ؔ ابن اسحاق انگریزی ص ۱۱۶ وبعد؛ ابن سعد، سوم ص ۵۳-۵۰؛ زبیری، ص ۹۵-۹۳؛ ابن حزم اندلسی جمہرۃ انساب العرب، قاہرہ ۱۹۴۸ء ص ۶۷-۶۶

۵۳ؔ مذکورہ بالا

۵۴ؔ مونٹگمری واٹ، محمد ایٹ مکہ ص ۸۸

۵۵ؔ زبیری، ص ۹۵؛ ابن سعد، سوم ص ۵۳؛ اصابہ ۷۹۳۵؛ اسد الغابہ، چہارم ص ۳۵۵؛ اصابہ نساء ۱۴۹۷ مونٹگمری واٹ، محمد ایٹ مکہ ص ۸۹

۵۶ؔ زبیری، ص ۳-۹۲؛ اصابہ ۷۲۳۵ اور ۱۲۵۶؛ نیز ملاحظہ ہو میری کتاب مذکورہ بالا باب پنجم بحث برطعمہ بنی

۵۷ؔ زبیری، ص ۹۷-۹۵

۵۸ؔ اس بحث کے لیے ملاحظہ ہو راقم سطور کا مضمون "بنو ہاشم اور بنو امیہ کی رقابت کا تاریخی پس منظر" برہان - دہلی جنوری ۱۹۸۰ء۔

۵۹ؔ ابن سعد چہارم ص ۱۰۱-۱۰۰ کی روایت ہے کہ حضرت عمرو بن سعید نے دوسری ہجرت حبشہ کے بعد اسلام لائے تھے اور مکہ سے ہجرت کر کے اپنے بھائی خالد بن سعید کے پاس حبشہ چلے گئے تھے مگر محمد بن حبیب بغدادی کتاب المنمق، حیدر آباد دکن ۱۹۶۴ء ص ۷-۳۵۶ کا خیال ہے کہ دونوں بھائیوں نے ساتھ ساتھ اسلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قبول کیا تھا۔ ابن اسحاق (انگریزی) ص ۱۱۶ اور ص ۱۴۶ نے اول الذکر ابتدائی چھیالیس مسلمانوں کی فہرست میں شمار نہیں کیا ہے جبکہ موخر الذکر کو کیا ہے لیکن دوسری ہجرت حبشہ میں ان دونوں کو شامل قرار دیا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو زبیری، ص ۱۷۴ ۶۰۔ ابن سعد، چہارم ص ۱۱۸

۶۱۔ ابن اسحاق انگریزی، ص ۱۱۶، ص ۱۴۶، ص ۱۶۷؛ ابن سعد، سوم ص ۶-۵۵؛ ابن سعد، ہشتم، ص ۷-۳۶؛ زبیری، ص ۱۰۱ ۶۲۔ ابن سعد، ہشتم ص ۴۲

۶۳۔ زبیری، ص ۵-۱۰۴ اور ص ۱۵۶۔ حضرت رملہ کے قبول اسلام پر ہند بنت عتبہ بن ربیعہ نے طنز کیا تھا۔ زبیری نے اس کا حوالہ دیا ہے اور ان کے دو شعر بھی نقل کیے ہیں۔

۶۴۔ ابن اسحاق، انگریزی، ص ۱۱۶، ص ۱۴۶ اور ص ۱۶۷؛ ابن سعد، سوم ص ۱۸۴؛ زبیری، ص ۱۵۳

۶۵۔ ابن سعد، سوم ۶۶۔ ابن اسحاق انگریزی، ص ۱۴۶ اور ص ۵۲۷؛ ابن سعد، ہشتم؛ زبیری ص ۴-۱۲۳

۶۷۔ مذکورہ بالا ۶۸۔ ابن اسحاق، انگریزی ترجمہ ص ۱۱۶، ص ۱۴۶ اور ص ۲۱۵؛ ابن سعد، سوم ص ۹-۸۹ چہارم ص ۴-۱۰۲ ۶۹۔ ایضاً ۷۰۔ مذکورہ بالا۔

۷۱۔ ابن سعد، ہشتم ص ۶-۴۵۔ جیسا کہ نام ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔

۷۲۔ ابن سعد، چہارم ص ۸-۱۱۶؛ اسد الغابہ، جلد چہارم ص ۴۰۳

۷۳۔ ابن اسحاق (انگریزی) ص ۷-۳۱۶؛ زبیری ص ۸-۱۵۷؛ ابن سعد، ہشتم ص ۴۰-۳۹

۷۴۔ طبری، تاریخ، پنجم ص ۳-۴۸۲ میں اس تعداد کا حوالہ واقعہ حرہ ۶۳ھ کے پس منظر میں کیا گیا ہے۔

۷۵۔ زبیری، ص ۱۹۷؛ طبری، دوم ص ۶-۳۴؛ مونٹگمری واٹ، مذکورہ بالا، ص ۸-۶

۷۶۔ ابن اسحاق، انگریزی، ص ۱۴۶ اور ص ۳۲۸؛ ابن سعد، سوم ص ۹-۹۸ اور ص ۱۰۰

۷۷۔ ابن اسحاق، انگریزی، ص ۱۹۴ اصل میں یہ طبری کی روایت ہے؛ زبیری، ص ۲۰۰

۷۸۔ انساب الاشراف، اول ص ۶-۱۲۵

۷۹۔ ابن اسحاق، انگریزی، ص ۱۱۶، ص ۱۴۶، ص ۱۶۷ وغیرہ؛ ابن سعد، چہارم ص ۱۲۹؛ زبیری، ص ۸-۳۱۷

۸۰۔ ابن اسحاق، انگریزی، ص ۱۱۶، ص ۱۴۶، ص ۱۶۷، ابن سعد، چہارم ص ۳۱-۱۳۰؛ زبیری، ص ۳-۳۰۲، اصابہ ۳-۳۰۲

۸۱۔ ابن اسحاق، انگریزی ص ۱۱۶، ابن سعد سوم ص ۴۰-۲۳۹؛ زبیری، ص ۸-۳۲۷؛ اصابہ ع ۴-۴۷۳؛ نساء ع ۱۳۰۲ اور ع ۲۲۷۶

۸۲۔ ابن اسحاق، انگریزی ص ۱۱۶؛ ابن سعد، سوم ص ۲۴۲؛ زبیری، ص ۳۳۴؛ اصابہ ع ۴۳۷ نیز ملاحظہ ہو مونٹگمری واٹ، مذکورہ بالا ص ۹۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۸۳ه ابن اسحاق، انگریزی، ص۱۴۷؛ ابن سعد، چہارم ص۱۳۵؛ زبیری، ص۳۲۸ اور ص۳۴۲؛ اصابہ ع۳۹۱۴۔ عبداللہ کے ایک اور بھائی عبیداللہ بن سفیان کا ذکر زبیری نے کیا ہے اور اس پر یہ اضافہ کیا ہے کہ دوسری ماں سے ان کے سات بھائی تھے۔ اس طرح صرف اس گھرانے میں کل گیارہ افراد مسلمان تھے۔

۸۴ه ابن اسحاق، انگریزی ص۱۱۶ وغیرہ؛ ابن سعد، سوم ص۲۴۶-۷؛ چہارم ص۱۳۶

۸۵ه ابن اسحاق، انگریزی ص۱۴۷؛ ابن ہشام، سیرۃ النبی، اول ص۲۶۹-۷۰ ان کا ذکر ملاحظہ کیجئے۔

۸۶ه ابن اسحاق، انگریزی ص۱۱۶ وغیرہ؛ زبیری، ص۲۷۵-۶؛ ابن سعد، سوم ص۱۶۹ وغیرہ؛ ہشتم ص۲۷۶، ابن حزم جمہرہ، ص۱۲۶؛ اصابہ ع۵۶۸۹

۸۷ه ابن اسحاق، انگریزی ص۱۱۶؛ ابن حزم، جمہرہ ص۱۲۶؛ زبیری، ص۲۷۵؛ ابن سعد، سوم ص۲۲۶ اور ص۲۳۰

۸۸ه ابن اسحاق، انگریزی ص۱۱۵؛ ابن سعد، سوم ص۲۱۴-۶؛ زبیری، ص۲۸۰-۱؛ اصابہ ع۴۲۶۶

۸۹ه ابن اسحاق، انگریزی ص۱۴۷؛ زبیری، ص۲۹۴؛ ابن سعد، چہارم ص۱۲۸

۹۰ه ابن اسحاق، انگریزی ص۱۱۶، ص۱۵۵-۶؛ زبیری، ص۳۶۵؛ اصابہ ع۳۲۵۴، نساء ع۶۹۲؛ ابن سعد سوم ص۲۷۵-۸۰ موخرالذکر نے حضرت سعید بن زید کی سات آٹھ بیویوں اور متعدد اولاد ذکور واناث کا ذکر کیا ہے۔ ان کی وفات ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں پچھتر سال کی عمر میں ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہجرت کے وقت پچیس سال کے تھے۔

۹۱ه ابن اسحاق، انگریزی ص۱۱۶ وغیرہ؛ ابن سعد، چہارم ص۱۳۸-۹؛ زبیری، ص۳۸۰-۸۱؛ اصابہ ع۸۷۷۷؛ ع۴۰۴؛ ن، ع۴۷۵؛ ع۱۸۶۱؛ ع۱۱۸ اور ع۸۶ بالترتیب۔

۹۲ه زبیری، ص۳۶۸؛ اصابہ ن، ع۶۱۹؛ ع۳۶۴۰

۹۳ه ابن اسحاق ص۱۲۶؛ ابن سعد، چہارم ص۱۳۹-۴۲، ص۱۸۸-۹؛ زبیری، ص۳۶۷، ص۳۸۱-۸۲؛ اصابہ ع۵۴۸۳ ع۸۷۴۸، ع۵۷۵۱، ص۵۵۰۸؛ نساء ع۲۷

۹۴ه ابن اسحاق، ص۱۵۵-۹؛ ابن سعد سوم ص۲۶۵-۷۱ چہارم ص۱۴۲ وغیرہ؛ ہشتم ص۸۱-۸۵؛ زبیری؛ اصابہ ع۲۸۹۱ ع۴۸۲۵، ع۵۱۶۵، ع۲۹۵۳، ع۶۱۴۹، ع۶۲۲۲، ع۶۲۳۵، نساء ع۲۹۴

۹۵ه ابن سعد، سوم ص۳۷۷؛ زبیری ص۳۶۳؛ اصابہ ع۶۲۰؛ اسدالغابہ، سوم ص۲۹۵

۹۶ه ابن سعد، سوم ص۳۹۱؛ ابن اسحاق، ص۳۰۰

۹۷ه تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سید سلیمان ندوی، سیرت النبی، اعظم گڑھ ۱۹۸۳ء، سوم ص۶۳۷-۸؛ نیز شبلی نعمانی، سیرت النبی، اول ص۲۳۱ ۹۸ه ابن اسحاق، ص۱۱۶ وغیرہ؛ ابن سعد، سوم ص۳۸۸-۹ ۹۹ه ابن اسحاق ص۱۱۱ ص۱۲۶ وغیرہ؛ ابن سعد سوم ص۳۹۰-۹۱؛ ہشتم ص۲۶۷ ۱۰۰ه ابن سعد سوم ص۳۹۱؛ ابن سعد چہارم ص۱۸۸-۹ پر حضرت خارجہ بن حذافہ عدوی کو بھی قدیم مسلمانوں میں شمار کیا ہے۔

© rasailojaraid.com